

تفسیر مہائمی کا منہج و اسلوب: ایک تحقیقی مطالعہ

A Study of the Mythology and Style of *Tafseer-i-Muhaimi*

Muhammad Bilal

Doctoral Candidate Islamic Studies & Arabic, Gomal University D. I. Khan

Dr Hafiz Abdul Majeed

Assistant Professor of Islamic studies & Arabic, Gomal University D. I. Khan

Dr Abdul Hameed

*Assistant Professor, Department of Linguistics and Literature (Urdu) Qurtuba
 University of Science and Information technology, Dera Ismail Khan*

Abstract

It is great virtues to comprehend the revealed book of Allah, such kind of narrations are called Exegesis of Holy Quran. There are few narrators, who adopted coherence aptitude in Quran very simply and briefly. They had claimed that Quranic chapters as well as verses are mutually connected. this kind of contact is named as” *Nazm-i-Quran*”. *Molana Ali Ibnn Ahmed al-Muhaimi* was a *Mufasir-i Quran*, he the blessed one, wrote a tafsir named *Tabseer-ur-Rehmān wa Tasseer-ur- Mannān*” the methodology of tafsir also represents the ideology of coherence. The tafaseer was published by *Maktaba Bolāq* Egypt. List of the methodology found in this tafsir is as under: 1. Every surah has a basic claim, verses of that surah surround about that theme. 2. *Tawheed* is the principal commandment discussed in the whole Quran. 3. Coherence is the miracle of Quran. 4. The whole Quranic Surahs are as connected as pearls. 5. Quran is a sermon style book, not like a written one.

Key words: *Al-Muhaimi*, Tafseer, methodology

تمہید

شیخ علاؤ الدین علی بن احمد مہائمی (835ھ) جن کی کنیت ابوالحسن وزین العابدین لقب ہے، 10 محرم الحرام 776ھ بمطابق 1372ء قدیم گجرات جب کہ موجودہ مہاراشٹر کے شہر بمبئی کے علاقہ ماہم میں شیخ احمد بیروڑ کے ہاں متولد ہوئے۔ نام علاؤ الدین اور علی دونوں ہیں کنیت ابوالحسن اور لقب زین الدین۔ اُخاندان نوابیت* کے قبیلہ پروسے سے تعلق رکھتے ہیں، علم فقہ میں مجتہدانہ بصیرت کی وجہ سے فقیہ اور مرجع خلائق ہونے کی وجہ سے مخدوم کے لقب سے پکارے گئے۔ والد ماجد کا نام شیخ احمد ہے، یہ جلیل القدر عالم اور ولی کامل تھے، اور کوکن کے دولت مند تاجروں میں شمار کئے جاتے، اور والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ تھا اور وہ بڑی عابدہ خاتون تھیں۔ والدہ ماجدہ کی خدمت کا یہ عالم تھا، کہ ایک رات ان کے پانی طلب کرنے اور سو جانے پر شیخ کو شب بھر پانی کا کٹورا تھامے کھڑا رہنا پڑا، جب والدہ بیدار ہوئیں، تو اس عمل سے اس قدر خوش ہوئیں، کہ مصلیٰ بچھایا اور شکرانہ کے نوافل کی ادائیگی کے بعد رفع مرتب کے لئے دعا کی۔² چنانچہ نصیب جاگ اٹھے اور تربیت خاص کا ماحول حصے میں آیا۔ نواب عزیز یار جنگ آپ کی اس سعادت مندی کا حال یوں بیان فرماتے ہیں "شیخ مہائمی کے والد ماجد مولانا شاہ احمد قدس سرہ نے اپنے ہونہار صاحبزادے کی طباعی، ذہانت اور شوق اکتساب علوم کو دیکھ کر ان کی اعلیٰ تعلیم کی طرف توجہ کی، چونکہ وہ خود بھی عربی کے بڑے عالم تھے، اس لئے باپ کی توجہ نے بیٹے کو عالم بنا دیا، چنانچہ وہ بہت تھوڑے عرصے میں فقہ، علم منطق، فلسفہ اور حدیث وغیرہ علوم کی تحصیل سے فارغ ہو گئے۔"³ علم و تقی میں یکتا تھے، شاہ ولی اللہ نے آپ کو اصحاب طریقت میں بلند مقام پر فائزین میں شمار کیا ہے۔ اپنی مشہور کتاب الخیر الکثیر میں لکھتے ہیں۔ "ہمارے نزدیک نور نبوت کے چار مختلف طبقے ہیں۔۔۔ چنانچہ اصحاب طریقت میں سے حضرت غوث الاعظم، شیخ سہروردی،۔۔۔ مخدوم علی مہائمی، اور مولانا جامیؒ اس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔۔۔"⁴ صاحب برکات الاولیاء لکھتے ہیں: "شیخ مہائمی بڑے زاہد و عابد، جامع علوم شریعت و طریقت اور صاحب تصرفات ظاہری و باطنی تھے۔"⁵ شیخ نے علوم کو آگے منتقل کرنے میں سخاوت سے کام لیا، اور سینکڑوں لوگوں کو فیض یاب فرمایا۔ امام الدین گلشن آبادی لکھتے ہیں۔ "مہائمی میں ایک مدرسہ تھا، جس میں شیخ مہائمی طلباء کو درس علوم ظاہری و باطنی دیا کرتے تھے، اور اکثر اوقات تصنیف و تالیف میں گزارتے"⁶ چنانچہ ان کے ایک شاگرد محمد سعید رتناگیری کا ذکر تذکرہ کی کتابوں میں ملتا ہے۔"⁷ شیخ کا اغلب رجحان تصوف تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے آپ کا تذکرہ ایک صوفی کی حیثیت سے کیا ہے،⁸ 835ھ بمطابق 1431ء 59 برس کی عمر بروز شب جمعہ کو مہائمی میں واصل بحق ہوئے اور بروز جمعہ والدہ کے جوار میں مدفون ہوئے۔⁹ شیخ مہائمی ایک صاحب مطالعہ شخصیت کے مالک تھے، آپ کے پاس مختلف علوم و فنون کی قیمتی اور نادر کتب کا اچھا خاصہ ذخیرہ تھا، آپ کے زمانہ میں گجرات کے جو مشہور کتب خانے تھے، ان میں ایک کتب خانہ آپ کا بھی تھا، لیکن گردش ایام نے ان کتابوں کو محفوظ نہ رہنے دیا۔ البتہ کتب خانہ ابھی باقی ہے۔¹⁰ آپ کی چند کتب یہ ہیں: "انعام الملک العلام باحکام حکم الاحکام (موضوع کتاب اسرار شریعت)، ادلۃ التوحید (یہ شیخ ابن عربی کے موقف وحدت الوجود کی تائید میں لکھی گئی)، انور الازہر فی کشف سر القضاء والقدر، (اس کا موضوع ابن عربی کے نظریہ قضاء و قدر کی تائید ہے، خصوصاً النعم فی شرح فصوص الحکم، (یہ ابن عربی کی کتب فصوص الحکم کی شرح ہے)، الرتبة الرفیعة (یہ شریعت اور طریقت میں تطابق پیدا کرنے سے بحث کرتی ہے)، المحاضرات النصحیة (یہ ابن عربی کا دفاع کرتی ہے)، زوارف اللطائف، (یہ عوارف العوارف کی شرح ہے، جس کا

موضوع تصوف کی اصطلاحات ہے۔) مرآة الحقائق (محمد عز الدین مغربی کی فارسی کتاب "جہاں نما" کا ترجمہ ہے) اس کا موضوع ذات حق، احدیت، حقیقت محمدیہ وغیرہ جیسے مباحث ہیں، استجلاء البصر فی رد علی استقصاء النظر (یہ ایک شیعہ عالم کی کتاب المطہر الحلی کا جواب ہے،) الوجود فی شرح اسماء المعبود (یہ کتاب اسماء حسنیٰ کی شرح ہے،) فقہ مخدومی، (یہ شافعی فقہ کی موبد کتاب ہے۔) رسالہ عجیبیہ (یہ سورت بقرہ کے وجوہ اعراب کا نادر طرز کا بیان ہے)۔¹¹

"آپے دیگر کتب کے علاوہ ایک شاہکار تفسیر مسمیٰ بہ تبصیر الرحمن و تیسیر المنان کے مصنف بھی ہیں۔ اس تفسیر کو ریاست بھوپال کے مدارالمہام جمال الدین دہلوی مطبع بلاق مصر سے دو ضخیم جلدوں میں شائع کیا۔ جلد اول سورت کہف پر ختم ہو رہی ہے۔ اس تفسیر میں جلالین کے تتبع کے علاوہ مفسر کے نادر النظر تفسیری نکات بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ تفسیر نظم القرآن کی نمائندہ تفاسیر میں سے ایک ہے۔ کتاب کے شروع میں ایک مختصر مقدمہ ہے، جس میں کلام اللہ کی خوبیوں، برکتوں اور اللہ کی بزرگی و شان کا ذکر ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے علیم و خبیر ہونے اور قرآن کے معجزہ ہونے کے دلائل پیش کئے ہیں۔ پھر بطور تائید آیات و احادیث اور اقوال پیش کئے ہیں¹² شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس تفسیر کے بارے رقم طراز ہیں: "تفسیر رحمانی کہ بہ صنعت ایجاز و تدقیق موصوف است و تفسیر راہ قرآن امتزاج دادہ است۔"¹³ یعنی اس تفسیر کا خاصہ قرآن کے دقیق پہلوؤں سے قرآن کے پس منظر میں اس کی آیات کی تفسیر کرنا شامل ہے۔ شیخ محمد حسن غوثی شطاری لکھتے ہیں: "تفسیر رحمانی میں ترجمہ و تشریح کو قرآنی ترتیب کے ساتھ ملا دیا گیا ہے، اور تکرار سے اجتناب کیا گیا ہے، یہ عمدہ طریقہ شیخ مہائمی کی اختراع ہے،"¹⁴ مولانا عبدالحی لکھتے ہیں: "تفسیریں تو سینکڑوں لکھی جا چکی ہیں، مگر جس بات سے اس تفسیر کو امتیاز و خصوصیت حاصل ہے، وہ یہ ہے کہ اس میں التزام کے ساتھ تمام قرآن پاک کی آیات کریمہ کے باہم دگر مربوط ہونے کو ایسے دل نشیں طریقے سے پیش کیا گیا، جس کو پڑھ کر انسان وجد میں آجاتا ہے، اور بے ساختہ منہ سے داد نکلتی ہے۔"¹⁵ یہ تفسیر اپنے اسلوب میں بہت سی خوبیوں کی حامل ہے۔ ذیل میں اس کے منہج و اسلوب کو بیان کرنے سے قبل اس تفسیر کا موضوع جو کہ مفسر نے خود متعین کیا ہے، پیش کیا جاتا ہے، شیخ مہائمی مقدمہ تفسیر میں لکھتے ہیں: "نظم قرآن کے چند حسین نکتوں پر مشتمل یہ تفسیر ہے، جن تک رسائی مجھ سے قبل کسی انسان یا جنات کی نہ ہو سکتی تھی، میری یہ کہاں جرات ہو سکتی تھی، کہ انہیں ہاتھ لگاؤں، کیونکہ پاکیزہ لوگ ہی اسے چھو سکتے ہیں، جبکہ میں خباث اور غلاظت کے سمندر میں غوطہ کھا رہا ہوں، جس میں اکثر لوگ ڈوب کر ہلاک ہو چکے ہیں، لیکن اللہ نے مجھ پر یہ احسان کیا۔۔۔ اور مشکل کام کو آسان بنایا، اور مجھے یہ توفیق بخشی کہ میں ان آیات کے اوپر سے نقاب اٹھاؤں، تاکہ ربط آیات اور ترتیب کلمات کا جمال معجزانہ صورتوں کو نکھار کر سامنے لاسکے۔۔۔"¹⁶

جب کوئی مفسر اپنی فکر کو قاری کے لئے آسان تر بنا کر اپنے ذہنی خاکہ کے مطابق پیش کرتا ہے، تو یہ اس کا منہج و اسلوب کہلاتا ہے۔ اس منہج میں مفسر کے طبعی فکری رجحانات کو بہت دخل ہوتا ہے، تفسیر مہائمی کا اگر بغور جائزہ لیا جائے، تو ان کا انداز تفسیر چند بنیادی اشیاء پر مشتمل ہے۔ جن کو اگر سمجھ لیا جائے، تو اس تفسیر کا مطالعہ آسان ہو جاتا ہے، یوں قاری مفسر کے مدعا تک با آسانی پہنچ کر مراد مطالعہ حاصل کر سکتا ہے۔ شیخ مہائمی کا اسلوب تفسیر سادہ اور اختصار سے متصف ہونے کی وجہ سے جلالین سے مماثلت کھاتا دکھائی دیتا ہے۔

یہ تفسیر مختصر سے مقدمہ سے شروع ہوتی ہے، جو چھ صفحات پر مشتمل ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے: مقدمہ ایک خطیبانہ منظوم طرز میں مسلسل روانی رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد، پھر قرآن مجید کی عظمت اور اعجاز، خاص طور پر نظم قرآن کی تلاش میں شیخ کا مختصر و

جامع انداز، اس کے بعد قرآن کے باطن کی دلنشین بحث، وجہ تسمیہ تفسیر، پھر قرآن مجید کے اسلوب کو اس کا سب سے بڑا وجہ اعزاز قرار دینا، قرآن کی ترتیب و تنظیم کو بیان کر کے اسے عربوں کی شکست کا سبب بتلایا، قرآن کے وجہ اعجاز کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا ہے، جس میں پہلا درجہ اس کی نزولی کیفیت ہے، جسے مہائمی نے لشکروں کے اترنے اور بارش کے قطروں سے تشبیہ دی ہے، اس کے بعد مفسر نے قرآن سے اخذ و استنباط پر ادلہ قائم فرمائے ہیں، فاضل مفسر کا یہ نظریہ ہے، کہ قرآن کی تفسیر بالرائے کی جاسکتی ہے، اس کی وجہ قرآن کی تفسیر کے لئے ذخیرہ احادیث کا ناکافی ہونا ہے۔ اس ضمن میں تفسیر بالرائے المحمود پر دلائل دیئے ہیں، اس میں اجتہاد جو سنت کے تابع رہ کر کیا جائے کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ دراصل یہی نظم قرآن کی اساس ہے، جو تفسیر کا بنیادی موضوع ہے، مقدمہ کی آخری بحث تفسیر و تاویل کا فرق ہے۔ مقدمہ میں جن امور کی کمی محسوس کی جاسکتی ہے، ان میں اصول تفسیر کا نادر وجود ہے، دوسرا مفسر کا تصور نظم اس پر باقاعدہ موقف سامنے نہیں لائے، تفسیر سے اخذ کرنا پڑتا ہے۔ مفسر کا انداز تفسیر کچھ اس طرح رہا ہے۔

(1-) وجہ تسمیہ سور: ہر سورت کی تفسیر سے قبل اس کا متعین نام اور اس کے اسباب و علل بیان کرتے ہیں۔ نیز اس سورت کے موضوع کا مختصر تعارف بھی کرواتے ہیں۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے، کہ اس سورہ کا خاص مطلب کیا ہے، اور اس کا موجودہ نام کیوں رکھا گیا۔ چنانچہ سورت بقرہ کی وجہ تسمیہ کو یوں بیان فرمایا ہے۔

"سمیت بها لدالة قصتها على وجود الصانع اذ حياة القتل ليست من ذاته والالحي

كل قتيل ولا بضرب بعض البقرة عليه والا لحصلت متى ضرب وعلى قدرة لا بهذا

الاسبب بل عنده وعلى حكمة لانه اشار بذلك الى احياء القلب بذبح النفس الامارة

المظلمة له۔۔" 17

سورہ بقرہ کی وجہ تسمیہ بقرہ اس لئے ہے، کہ اس سورت میں گائے کا جو قصہ مذکور ہے، وہ صالح و خالق کے وجود پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ مقتول کی زندگی خود اس کی نہیں تھی، بلکہ کسی کی عطاء کردہ تھی، اگر مقتول کی زندگی اس کی ملک مان لی جائے، تو ہر مقتول زندہ قرار پائے گا، اور قتل و ذبح کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ سورت میں مذکور مقتول کا زندہ ہو جانا اللہ کی قدرت کی نشانی ہے، نہ کہ گائے مذبحہ کے گوشت کا کمال، دوسرا اشارہ اس میں انسان کے لئے نفس امارہ کو ذبح کر کے دل کو زندہ کر لینے کا ہے۔ یہ اسلوب وجہ تسمیہ سورت پورے قرآن کی تفسیر میں منطبق فرمایا ہے، سورت مریم کی وجہ تسمیہ کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

"سمیت بها لان قصتها تشير الى ان من اعتزل من اهلها لعبادة الله وطلب بها اشراق

نوره يرحى ان يكشف له عن صفات الحق وعن عالم الملكوت ويظهر له الكرامات

العجيبة وهذا من اعظم مقاصد القرآن۔۔۔" 18

سورت مریم کا نام اس میں مذکور قصہ مریم کی وجہ سے دیا گیا، کہ جس میں اشارہ ہے، کہ جو کوئی اہل خانہ سے اعتراف کر کے اللہ کی عبادت میں لگ جائے گا، اور اللہ پاک سے اس کے انوار کی تجلیات کا طالب ہوگا، کہ وہ اس پر اپنی صفات کا کشف فرمائیں، اور عالم ملائکہ کے احوال اور اس طالب صادق پر عجیب کرامات کا درکھول دیں، تو امید واثق ہے ایسا ہوگا، اور اس طرح منہمک ہو کر عبادت کرنا قرآن کے بڑے مقاصد میں سے ایک ہے۔ دراصل شیخ مہائمی سورت کا نام متعین کرنے میں اس کے مرکزی موضوع کو اہمیت دیتے ہیں، پھر اس قصہ کا مقصود اپنے اجتہاد سے واضح کرتے ہیں، جو ایک منفرد اسلوب ہے۔

2) اس تفسیر کا ایک اہم طرز اس کا ربط کا جداگانہ ہے۔ آیات کا دیگر آیات سے ربط کا اسلوب تو کئی مفسرین کے ہاں پایا جاتا ہے، لیکن **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** کا ہر سورت سے ربط بیان کرنا یہ بات موجودہ مصادر کی روشنی میں دعویٰ سے کہی جاسکتی ہے، کہ یہ مہمانی کا امتیاز ہے۔ دراصل شیخ مہمانی **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** کو قرآن کی باقاعدہ آیت تصور کرتے ہیں۔ اس آیت کا ہر سورت سے جدا ربط بیان کرنے میں تکرار تک نہیں آنے دیا۔ یہ شیخ کے تبحر علمی کا فیضان ہے۔

سورت نساء سے قبل **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** کو اس سورت سے اس طرح مربوط کرتے ہیں،

"سَمِيتَ بِهَا لِأَنَّ مَا نَزَلَ مِنْهَا فِي أَحْكَامِهَا أَكْثَرَ مِمَّا نَزَلَ فِي غَيْرِهَا، (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

بِجَمِيعَتِهِ فِي النَّفْسِ الْوَاحِدَةِ (الرَّحْمٰنِ) بِخَلْقِ زَوْجِهَا مِنْهَا وَبِثِّ الرَّجَالِ وَالنِّسَاءِ مِنْهُمَا

الْعِمَارَةَ الْعَالَمِ (الرَّحِيمِ) بِمَا أَمَرَ مِنَ التَّقْوَىٰ فِي رِعَايَةِ حَقُوقِهِ أَيْ مِنْ نَسَبِ الْقَوَىٰ۔۔۔" 19

اس سورت کی وجہ تسمیہ اس وجہ سے یہ ہے، کہ اس میں اکثر احکامات عورتوں سے متعلق ہیں جو کسی اور سورت میں اس قدر بیان نہیں فرمائے۔ اس ذات کے نام سے آغاز جس نے اپنی جمیعت سے انسان کا آغاز ایک جان سے فرمایا۔ وہ رحمن ہے جس نے اس نفس واحد سے ہی اس کا جوڑا پیدا کیا، اور پھر ان میں سے بہت سے مرد و عورت پیدا فرما کر پورے عالم کی عمارت ان پر کھڑی کر دی۔ وہ رحیم ذات ہے جس نے مادہ رحم کا حصہ مرد کو عطاء کر کے عورت کے حقوق کا خوف بصورت تقویٰ اس کے دل میں ڈال دیا۔ کس احسن انداز سے **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** کے اجزاء جو اسماء الحسنیٰ ہیں انہیں سورت نساء سے ربط دیا ہے۔ یعنی یہاں بسم اللہ سے مراد وہ بسم اللہ ہے جو رب تعالیٰ نے انسان کے آغاز سے کی تھی، اس کی صفت رحمانی ہی کا کمال جو سارے عالم پر اس کی برابر رحمت کا مظہر ہے، کہ اس نے عالم کو حضرت انسان کی دو مخالف الطبع جنسوں سے آباد فرمایا۔ پھر صفت رحمت جو خاص بندوں پر قائم ہوتی ہے، اس کے طفیل طاقتور مرد کے دل میں ضعیف عورت کے بارے نرمی ڈال دی۔ ورنہ معاشرتی توازن بگڑ جاتا۔ یہ واقعی وہ نکات ہیں جن پر عقل کا کم اور وہ بیت کارنگ غالب ہے۔ سورت آل عمران کو **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** سے اس طرح ربط دیتے ہیں۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْكَلِمَاتِ اللَّطِيفِ وَالْقَهْرِیَّةِ اِذْ لَطَفَ بَعِیْسِیْ اٰمَنُوْا بِرِسَالَةِ وَقَهْرَ بِهِ

قَوْمًا كَذَبُوْهُ اَوْ جَعَلُوْهُ اٰلِهَا اَوْ وِلْدَهُ۔ (الرَّحْمٰنِ) بِاَضَافَةِ الْحَيَاةِ وَاِفَادَةِ الْقَوَامِ وَاِرْسَالِ

الرِّسْلِ وَاِنْزَالِ الْكُتُبِ (الرَّحِيمِ) بِاَضَافَةِ الْعِلْمِ وَالتَّوْفِیْقِ لِلْاِيْمَانِ بِالْكُلِّ وَالْعَمَلِ

بِالْمُتَاخِرِ۔۔۔" 20

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو جامع کلمات پر مشتمل ہیں جس میں **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** میں) اللہ کی صفات لطیفہ یعنی اس کی رحمت، اور صفات غضبئیہ، جیسے اس کی صفت لطافت کے طفیل لوگ حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے، جنہوں انکی تکذیب کی یا ان پر خدا ہونے اور انکی والدہ پر ایسا گمان کرنے پر وہ اللہ کی صفت غضبئیہ کا شکار ہوئے، اور یہ اس کی رحمانیت کا صدقہ ہے زندگی بخشا، قومی فوائد اور انبیاء و رسل کو بھیجنا اور کتب سماوی کا نزول، اس کی صفت رحیمیت کے طفیل علم اور ایمان کی توفیق کا عطاء ہونا پھر اس کے مطابق عمل کی توفیق ہونا ہے۔ سبحان اللہ یہ نکات عقلی کے ساتھ ساتھ عطاء ربانی سے خاص محسوس ہوتے ہیں۔ یہ تفسیر ہندوستان کی اولین میں شمار ہوتی ہے، اس طرح نظم کا یہ خاص اسلوب بعد والوں کے ہاں نہیں ملتا۔

ایک نئی جہت بیان یہ اختیار فرمائی، کہ اکثر مفسرین کے ہاں تسمیہ اور تعوذ قرآن کا حصہ ہیں یا نہیں، کی بحث گردش کرتی رہتی ہے، شیخ نے ابتدائے تفسیر میں ان دونوں پر الگ الگ ایک تقریر نقل فرمادی ہے، تاکہ قاری اس شبہ سے بری ہو کر تفسیر کا مطالعہ کر سکے۔ ابتدائے تعوذ کے ارکان کی بحث کو لیا ہے، جس میں کلمۃ التعوذ "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم" کے الفاظ و اراکین کو لیا ہے، اس کا عنوان باندھا ہے، کلام فی الاستعاذہ، ابتدائے بحث میں ہی حکم لگا دیتے ہیں، بعد میں اس کے دلائل نقل کرتے ہیں، لکھتے ہیں:

"لیست من القرآن، بل مقدمة القراءة اوجبها ابن عطاء لكل قراءة واشهر عباراتها
اعوذ بالله من الشیطن الرجیم الاعوذ الالتهاء والاعتصام او التحصن او الاستعانة
والباء للصابق ای الصق التجائی بحفظ الله او اعتصامی بقوته۔۔۔والشیطن من
الشیطن وهو البعد لبعده عن الله او الخیر۔۔۔" ²¹

کس قدر آسان پیرائے میں الفاظ کے لغوی پہلو واضح کر دئے، البتہ ان لغات کے مصادر نقل نہیں فرماتے، بلکہ اس تجسس کو قاری پر باقی رکھتے ہیں۔ تعوذ قرآن میں سے نہیں ہے، یہ قراءت کا مقدمہ ہے یعنی قراءت سے قبل اس کا التزام ضروری ہے، ابن عطاء نے اسے واجب قرار دیا ہے ہر بار قراءت سے قبل، اور اس کی مشہور عبارت یہ ہے، اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، الاعوذ سے مراد درخواست ہے حفاظت کی اور قلعہ بند ہونے کی، اور مدد چاہنے کی، باللہ کی باء دراصل باء استعانت ہے۔۔۔ اور شیطن کا لفظ شطن بمعنی مایوسی کے ہیں، یعنی دوری اللہ سے اسکی رحمت اور بھلائی سے۔ اب اندازہ ہو جانا چاہئے کہ اسلوب بیان کس قدر سہل ہے، یہ طرز جلالین کا تتبع محسوس ہوتا ہے۔ اس اسلوب کو اسلوب بیان معانی کہہ سکتے ہیں۔ فقہاء کو نقل کرنے کا اسلوب ایجازی ہے، پھر شافعی مذہب کا آخر میں ذکر کر کے اسے راجح قرار دیتے ہیں۔ **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** سورت فاتحہ کی آیت ہے، یہ شوافع کا مسلک ہے، اس کو اس طرز سے بیان فرمایا ہے۔ "بعض آية من النمل وليست من القرآن في براءة اجماعا فيها، ونفى مالک وقداماء الحنفية قرآنيها، ومتاخروهم كونها من السور على الصحيح من المذنب واتحد راء الشافعي انها من الفاتحة واصح قوليه من غيرها۔۔۔" ²²

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورت نمل کا بعض حصہ ہے جبکہ سورت براءة یعنی توبہ کا حصہ نہیں اس پر تو اجماع ہے، اور امام مالک، اور متقدمین احناف نے اس کے قرآنی ہونے کی نفی کی ہے، اور متاخرین نے اسے سورت کا جزو مانا ہے جو صحیح مذہب ہے اور امام شافعی کے رائے سے اتفاق کیا ہے کہ **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** سورت فاتحہ کی آیت ہے۔ اس میں دو اسلوب سامنے آرہے ہیں، آیت کا حکم لگانے اور فقہی آراء کو نقل کرنے میں اعتدال بھی ملحوظ رکھتے ہیں، جو اسلاف کا شیوہ تھا۔ اپنے فقہی مسلک کی تائید میں جہاں ضروری محسوس ہوتا ہے، احادیث سے استشہاد کرتے ہیں، فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں لکھتے ہیں۔

"ومنها سورة الصلاة لانها ركنها في كل ركعة للماموم والامام لما روى الدارقطني عن النبي عليه السلام انه صلى بعض الصلاة التي بجهر فيها بالقراءة فلما انصرف اقبل علينا بوجهه الكريم فقال مالي انازع القرآن لا تقرؤ شياء من القرآن اذا جهرت الا ام القرآن فانه لا صلاة قلن لم يقرأ بها۔۔۔ وروى ابو هريرة رضى الله عنه عن النبي ﷺ عن الله تعالى قسمت الصلاة اي السورة التي هي اعظم اركان الصلاة بيبي

وبین عبدی۔۔۔"23 اس سورت کے ناموں میں سے ایک الصلوة بھی ہے، جو کہ ہر رکعت کا رکن ہے، امام اور مقتدی دونوں کے لئے، جسے امام دارقطنی نے روایت کیا ہے، کہ نبی پاک ﷺ نے کوئی ایک نماز پڑھائی جو جھری تھی، یعنی آپ اس میں با آواز بلند تلاوت فرما رہے تھے، پس جب آپ فارغ ہوئے، تو آپ نے اپنا رخ انور پیچھے پھیرا، پس آپ ﷺ نے فرمایا، میرے لئے نہیں ہے کہ میں منازعت کروں، جب امام بلند پڑھ رہا ہو تو نہ پڑھو کچھ بھی قرآن سے، ہاں مگر ام القرآن یعنی سورت فاتحہ اس لئے اس آدمی کی نماز درست نہیں جس نے فاتحہ پڑھے بغیر ادا کی،۔۔۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے اور آپ ﷺ اللہ جل شانہ سے روایت کرتے ہیں، تقسیم کردی نماز میں نے اپنے اور بندے کے درمیان، الصلوة یہ سورت ہے جو نماز کا رکن اعظم ہے۔

شواہخ چونکہ فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں، شیخ مہامنی اپنے مسلک کی تائید میں مختلف مقامات پر احادیث سے استشہاد کرتے ہیں۔ شیخ ایک صوفی باصفا ہستی کے مالک تھے، اس غالب رجحان کے پیش نظر تفسیر میں اشارات تصوف اس قدر ہیں کہ علیحدہ موضوع کے طور پر اس پہ کام ہو سکتا ہے۔ سورت فاتحہ کی اسمی تحقیق کرتے ہوئے اس کے معروف نام ام الکتاب اور ام القرآن کے حوالے سے اس کا سلوک پہلو کچھ یوں بیان کیا ہے۔

"۔۔۔ والطريقة معاملات القلوب والحقيقة مكاشفات الارواح فن الاصول معرفة الله تعالى بانه الذي قامت به الموجودات قيام الاجساد بالارواح ومعرفة وجوده بانه الذي رجح من رحمة اجد طرفي الممكنات ومعرفة صفاته بانها الكمالات الموجبة للحمد والتربية تقتضى الحياة والعلم والازادة والقدرة والجزاء هو السمع والبصر لاقوال المكلفين وافعالهم۔۔۔"24 طریقت دل کے معاملات سے بحث کرتی ہے، اور حقیقت (تصوف کی ایک اصطلاح) روحوں کے ان مکاشفات کا نام ہے جس میں انہیں اللہ عزوجل کی معرفت نصیب ہوتی ہے، وہ ذات جس کے کرم کے طفیل دنیا کی موجودات کا قیام ہے، جس میں زندہ وجود یعنی روح مع الجسد اور حقیقت سے مراد اس ذات کی معرفت ہے، جس کی رحمت غالب ہے اور اس کی صفات کی معرفت ہے جس کے باعث اس کے کمالات کی تحمید واجب ہوتی ہے، جس کا تقاضا زندگی کرتی ہے علم، ارادہ اور قدرت کے ساتھ، اور اس کی جزاء قوت سمعی و بصری ہے اہل تکلیف پر اور ان کے اعمال پر۔۔۔

اسی سورت کی آیت اھدنا الصراط۔۔۔ میں لفظ ہدایت کی صوفیانہ تفسیر کا اسلوب یہ رہا ہے۔ "الهداية الدلالة بلطف اما بالهام كمص الشدى والتشكى بالكاء او بافاضة المشاعر المظاهرة والباطنة او ببديهة العقل او الدلائل النظرية او با ارسال الرسل وهى اما عامة تعريف طريق الخير والشر۔۔۔ والولاية يكشف عن الاشياء على ما هي عليه اما من الله قل ان هدى الله هو الهدى او الى الله انى ذاهب الى ربى سيهدين او بالله لولا الله ما اهتدينا۔۔۔"25 ہدایت وہ لطیف دلالت ہے جیسے الہام جس سے انسان پر آہ و زاری کی کیفیت طاری ہو، یا یہ شعاع ظاہرہ و باطنہ کی تحصیل کا نام ہے، جس کا ماخذ انسانی عقل ہے، یا اس کا ذریعہ انبیاء کی بعثت اور یہ اس کی عام تعریف ہے کہ یہ خیر و شر

کے راستے میں تفریق کا نام ہے۔۔۔ اور ولایت چیزوں کا مکاشفہ ہونے کا نام ہے جیسے اللہ نے فرمایا فرمادیتے اے نبی ﷺ کہ ہدایت وہی ہے جسے اللہ عطاء کرے، یا وہ اس کی طرف چل کے آنے کا نام ہے۔ جیسے اللہ نے فرمایا یہ وہ راستہ ہے جو تیرے رب کی طرف آتا ہے یا یہ تعلق باللہ ہے جیسے فرمایا اگر اللہ ہمیں نہ ملاتا اس راہ سے۔۔۔ ہدایت کو تصوف کے آئینہ میں سورت بقرہ کی تفسیر کے ابتدائیہ میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔۔۔ "لانه اشار بذلك الى احياء القلب بذبح النفس الامارة المظلمة له وعلى النبوة لكونها معجزة وفيها اشارة الى وجوب طاعة الانبياء من غير تفتيش۔۔۔ لان طلب الدنيا ذلة وطلب ما سوى الله شبهة وعلى ان المجاهدة تفيد الهداية۔۔۔" ²⁶ اس سورت کے قصہ ذبح گائے میں دراصل اشارہ ہے ذبح نفس امارہ کی طرف جس کا نتیجہ احياء القلب کی صورت ہوگا، دوسرا اشارہ نبوت کی تکوینی حیثیت ہے جو معجزہ ہے، اور اس میں بلا قیل و قال انبیاء کی اتباع کی طرف اشارہ ہے،۔۔۔ اس لئے کہ دنیا کی خواہش رسوائی ہے، اور اللہ کے علاوہ کی چاہت میں شبہات ہیں، اور مجاہدہ بالنفس ہدایت کے حصول میں نافع ہے۔

شیخ کا صوفیانہ ذوق کس قدر اثر انداز تھا، کہ عام آدمی کی عقل کو جہاں رسائی نہیں وہاں یہ عارف ربانی پہنچ چکا ہوتا ہے۔ تصوف کے بیان میں شیخ کا یہ اسلوب ہے، کہیں اس کا تعارف، اس کی حکیمانہ بنیادیں اور کہیں اس کے ثمرات نقل کر دیتے ہیں۔ اصحاب کہف کا واقعہ اس جماعت کو صوفیاء کی جماعت قرار دے کے ان کی پیہم آزمائشوں کو قلبی ترقی کا باعث قرار دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"انهم فتية) اوتو القوة العقل والفهم والصبر والتوكل حتى(أمنو بربههم، مع اتفاق اقوامهم على الشرك به (وزدناهم هدى) بتوجيه جانب الله على جانب انفسهم، (وربطنا) محبتنا بقلوبهم فجعلناها غالبية۔۔۔" ²⁷

یہ نوجوانوں کی ایک جماعت تھی، جنہیں اللہ جل شانہ نے خاص قوت فہم و عقل اور صبر و توکل سے نوازا تھا، یہاں تک کہ اپنے رب پر ایمان لے آئے حالانکہ قوم اجتماعی طور پر مشرک تھی، اور اللہ نے انکی ہدایت بڑھادی، یعنی انہوں نے اللہ کی جانب بڑھے اور نفس کی طرف سے دوری اختیار کی۔ اور ہم نے ان کو پکا کر دیا، یعنی اپنی محبت کو ان کے دلوں میں پس وہ ان کی دیگر خواہشات پر غالب آگئی۔

اس طرز تفسیر میں شیخ کا سلوک رجحان نظر آرہا ہے، اسلوب اس کا یہ ہے الگ الگ مختصر جملوں میں تفسیر کرتے ہیں۔ سورت یوسف میں قصہ حضرت یوسفؑ کے اس مقام (وہم بھالولوا ان را برهان ربه) کی صوفیانہ تفسیر کا اسلوب اس طرح رہا۔ (وہم بھالولوا ان را برهان ربه) ای ولولا انه رائ دلائل الكشفية والعقلية والنقلية على ضرر الزنا والخيانة في محل الامانة والضرر في محل النفع والاساءة الى المحسن لقصد اكرهاها على الزنا لو امتنعت عليه وكما اريناه البرهان في ذلك۔۔۔ (و) لما راى يوسف همها بالاكره بعد روية البرهان قام هار با الى الباب وتبعته۔۔۔" ²⁸ یہاں پر شیخ کا تصوف کا رجحان غالب نظر آتا ہے، نیز اس کا اسلوب بھی دلکش ہے، برهان کی وضاحت کشف عقلی و نقلی سے فرمائی ہے، یعنی اللہ نے ان پر زنا کے مضرات کا مکاشفہ فرمایا، ان پر گرہ کشائی فرمائی کہ یہ جگہ و مقام امانت ہے نہ کہ خیانت، اور یہ محل احسان ہے نہ کہ محل زیادتی، پس اسی انکشاف قلبی نے حضرت سے زنا کو دور کر دیا۔۔۔ پس جب یوسفؑ نے دیکھا کہ وہ عورت پکا ارادہ کر لیا، تو جناب یوسفؑ نے برهان ربی کی بدولت وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور مفر حاصل

کی۔ پس یہ کمالات کشفیہ کے سبب تھا، حضرات صوفیاء کے نزدیک کشف ایک مقام ہے، جہاں مغیبات بحکم الہی کھول دی جاتی ہے۔

اسلوب کے حوالے سے یہ ہے، کہ ایک لفظ کو خاص کر لیتے پھر اس کی تفسیر صوفیانہ رجحان سے کرتے ہوئے اصطلاحات تصوف بھی بطور مدد و معاون لاتے ہیں۔ سورتوں کے اوائل میں موجود حروف مقطعات کی تفسیر میں تصوف کے رجحان کو بھی بیان کرتے ہیں، جیسے سورت یوسف کے حروف مقطعات کو اس اسلوب سے بیان فرمایا ہے: "(الر) ای آیات لوامع الرشد او اجل اللطائف الربوبية اذ اخص لباب الرحمة او على لواء الرفعة ---" ²⁹ یہاں "ر" سے مراد رشد کی راہ ہے یا پھر اللہ کے لطائف ربوبیت کی راہ ہے یا اللہ کے خاصہ رحمت کی راہ ہے یا جھنڈا رفعت کی راہ ہے۔ سورت الرعد کے حروف مقطعات کے آخری حرف کو بیان کیا ہے جیسے سورت یوسف میں کیا تھا، پہلے دو حروف کو بیان نہیں کیا۔ لکھتے ہیں: "(الم) ای آیات لباب مجامع الرحمة او على لواء مراتب الرفعة او انوار لوامع المعارف الربانية او اسرار اللطائف مكامن الرشد ---" ³⁰ یہاں سہ حرفی لفظ ہے پھر بھی اس کا آخری حرف "ر" کو بیان فرمایا ہے جس کی تعبیر سورت یوسف کے حرف مقطع سے مختلف نہیں، یعنی جو رحمت کے لفظ کی رہے یہ خلاصہ رحمت ربانی ہے، یا پھر یہ ج لفظ رفعت کے پہلے لفظ سے ہے یعنی مراتب رفعت کا جھنڈا، یا یہ ربانیت کے لفظ کا پہلا حرف رہے، یعنی معارف ربانیت یا یہ لفظ رشد کے ابتدائی حرف "ر" ہے یعنی رشد و ہدایت کے لطائف کے مکامات۔ یہ ایک منفرد اسلوب تفسیر مقطعات ہے، جس کا ماخذ تو بیان نہیں فرماتے، البتہ قاری کا دل اس کی طرف کھینچا جاتا ہے۔

ایک اہم طرز ان کے ہاں بغیر نام لئے سورت کا ایک موضوع ذہن میں رکھتے ہیں پھر اس کا ترابط کئی کئی آیات تک چلاتے ہیں۔ عرف میں ہم اسے ان کا نظم قرآن یا ربط آیات کے اسلوب کہہ سکتے ہیں، جو اس تفسیر کے کلی اسلوب کی حیثیت رکھتا ہے، باقی چیزیں جزوی درجہ کی ہیں۔ سورت انفال کی پہلی آیت میں لفظ انفال کو مرکزی حیثیت دے کر سینتیسویں 37 آیت تک ربط معنوی بیان فرمایا ہے۔ پھر قطعاً آیات میں مخفی پہلو کو نہایت درک و کمال کے ساتھ قاری کے سامنے لا کھڑا کرتے ہیں۔ سورت انفال کی پہلی آیت میں "فاتقوا اللہ" کی تفسیر انفال کے لفظ سے جوڑتے ہیں۔ یعنی مال غنیمت کے تصرف میں اللہ سے ڈرو۔ اس طرح اس سے آگے توکل اور نماز کو اس سیاق میں پھر مال غنیمت میں طمع سے اجتناب جو ممکن ہے توکل سے اور نماز کے قیام سے تاکہ وسوس جمع مال سے دل پاک رہے۔ ³¹ توکل کا نتیجہ آیت کا اگلا حصہ لحم درجت عند ربهم کے بعد اس طرح لکھا ہے: "(لهم درجت عند ربهم) بدل درجات الاموال عند الخلق على ان الاموال من اسباب المعاصي" ³² یعنی جس کو مال غنیمت کا لالچ نہ ہو گا تو اس مالی خسارے کا بدلہ بصورت درجات اخروی دیا جائے گا، کیونکہ مال گناہوں کے اسباب میں سے ہے۔

ربط ما قبل کا اسلوب: شیخ مہامی آیات کو ان کے ما قبل سے اس سادہ انداز سے جوڑتے ہیں، کہ تکلف کا گزر تک نہیں ہوتا۔ پچھلی آیت جن الفاظ پر ختم ہوئی شیخ نے اس آئندہ آیت سے جوڑ دیا۔ آیت 18 کے خاتم الفاظ "کید الکافرین" کو اگلی آیت سے جوڑ دیتے ہیں۔ "(ان تستفتحوا) ايها المشركون بكيديكم" فقد جاءكم الفتح بقتلكم واسركم --- ان تنتهوا --- عن كيدكم۔ ³³ یہاں کید الکافرین کو کید المسلمین سے جوڑ کر کید المسلمین کو غالب کر کے بیان کر دیا۔ پھر آخر میں کفار کو اپنی کید سے باز رہنے کی تلقین کی۔ شاید مولانا کے نزدیک سورت چھوٹے چھوٹے موضوعات میں بیٹی ہوتی ہے۔ سورت انفال کے ضمن

میں استجابت اللہ کو بہت سی آیات میں بیان کیا ہے: "(استجیبوا لله والرسول) بالعمل بقتضیٰ ماسمعتم من الكتاب والسنة اذا دعاكم --- واعلموا ان الله اذا لم تستجیبوا له --- شديد العقاب لتارك الاستجابة في الآخرة --- واتقوا) في ترك الاستجابة --- لا تصيبين الذين ظلموا) لترك الاستجابة --- واذكرو ان منكم ضعفكم عن استجابة الله والنهي عن تركها --- اذ انتم قليل ومع قلتكم استجبتم لله ولم تتركوا على ضعف القلة ---" ³⁴ یہ آیات نمبر 23 تا 27 کا ربط ہے، جس کا موضوع استجابت دین ہے، اس کا انکار باعث ذلت و رسوائی ہے۔ پہلی آیت میں فرمایا ایمان والو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت پر لبیک کہو، یعنی کتاب و سنت کے مقتضیٰ کے مطابق عمل کرو، درمیان میں کہا اللہ جانتا ہے، ان کو جو اس کی دعوت پر کان نہیں دھرتے، سخت پکڑ ہوگی بوجہ ترک استجابت پر۔ پھر اس استجابت پر لبیک نہ کہنے یہ ان کے خاص و عام مبتلاء فتنہ ہونگے۔ پھر آئندہ آیت سے اس مضمون کو یوں مربوط کیا۔ کہ جب تم کمزور تھے اور استجابت پر لبیک نہ کہ سکے اس طرح یہ اسلوب تفسیر مہائمی کا خاصہ ہے، جو شیخ کے قرآنی تدبر کا نتیجہ ہے۔ سورت انفال کی آیت 34 کا ربط 35 اور 36 سے اس طرح بیان فرمایا ہے، اس آیت کا مرکزی موضوع ولایت کعبہ کا حقدار حقیقی کون ہے، ہے۔ "وما لهم الا يعذبهم الله --- ان اولياؤه الا المتقون) فلهم ان يصدوا المفسدين عنه ولكن اكثرهم لا يعلمون --- ما كان صلاتهم عند البيت) الذي يتوجه اليه المصلون لغاية حرمة (الا) مبطله لحرمة لكونها --- ثم اشار الى ان صدقاتهم ايضا كفر فقال (ان الذين كفروا ينفقون اموالهم) ---" ³⁵ یہ کعبہ کے متولی کیسے ہو سکتے ہیں، جبکہ یہ کعبۃ اللہ میں آنے سے روکتے ہیں، پھر انکی نماز سوائے تماشاکے کچھ بھی نہیں، اس سے اگلی آیت میں ان انفاق للشکر کی مذمت فرمادی۔ یعنی تین بنیادی چیزیں ایک متولی کی فکر و عمل کا لازمی جزو ہوں، وہ خانہ خدا کو آباد کرنے والا ہونہ کہ برباد کرنے والا، اس کی نماز خشیت ہونہ کہ کھیل تماشاء اور تیسری بات وہ جب بھی خرچ کرے اللہ کی راہ میں کرے، نہ کہ اس کی راہ روکنے یعنی لوگوں کو دین میں آنے سے روکنے پر ہو۔

بعض مقامات پر مفسر کا اسلوب یکسر جداگانہ بھی رہا ہے، یعنی دور کی دو آیات میں ربط قائم فرما کر ان کے مضامین کو یکجا فرمادیتے ہیں۔ سورت انفال کی 37 ویں آیت کا ربط سورت کی پہلی آیت سے یوں جا ملایا ہے: "ان كنتم امنتم بالله) فقضى الايمان بالله الشكر على نصره واعطائه الغنمة --- وما انزلنا) من النصر ---" ³⁶ اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو، پس اس ایمان کا تقاضا ہے کہ اس نے جو بدر میں تمہاری مدد کی اس پر اس کا شکر بجالاؤ، نیز اس نے جو تمہیں غنیمت سے نوازا، اور جو ہم نے اتارا یعنی تمہاری امداد کو۔ شیخ نے کس قدر خوبصورتی سے مضامین کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا ہے، اضداد مضامین کا ربط بھی نہایت درک سے بیان فرماتے ہیں:

"بطرا ورنالناس) اى فخرا بالشجاعة طلب الثناء بها --- واعتقاد كون البطر والرتا من

اسباب النصر انما هو تزئین الشيطان فاذا ذكر (اذ زين لهم الشيطان اعمالهم) التي هي

اسباب القهر فاراها اياهم اسباب النصر ---" ³⁷

اس مقام کو سمجھنے کے لئے سیاق کا علم لازمی ہے، بات یہ چل رہی تھی کہ کفار اپنے گھروں سے اترتے ہوئے نکلے، ان کے اترنے کا سبب شیطان کی تزئین اعمال تھی، اب لطیف انداز سے مسلمانوں کو بھی سمجھا دیا کہ تمہاری کامیابی کی وجہ عدم بطر و رنا تھا جسے تم نے قائم رکھا ہے، تو اس طرح اللہ کی مدد تمہیں شامل حال رہے گی۔ یہ تفسیر اسلوب نظم قرآنی میں جداگانہ حیثیت

رکھتی ہے، دیگر قائلین نظم کا اسلوب ایسا نہیں ہے۔ سورت کا مختصر شان نزول بھی بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ سورت انفال کے شان نزول کے ضمن میں رقم طراز ہیں۔

"وذلك ان غير قريش فيها اربعون راكبا، فيهم ابوسفيان اقبلت من الشام وفيها تجارة عظيمة فاخبر جبريل رسول الله ﷺ، فاخبر المسلمين فاعجبهم تلقبها الكثرة المال وقلة الرجال --- الغوث الغوث فضوا الى بدر وكان عليه السلام بواد قران فنزل عليه جبرائيل بعدة احدى الطائفتين فاستشار رسول الله ﷺ اصحابه فقال بعضهم --- فهذه كرامة للقتال ---" ³⁸

یہ سورت اس واقعہ کے موقع پر نازل ہوئی، جب قریش کا ایک لشکر جو چالیس سو اوروں پر مشتمل، جن میں ابوسفیان کی قیادت تھی ملک شام سے واپس آرہے تھے، ان میں ان کی تجارت کا بہت زیادہ مال تھا، پس اس کی خبر جبریلؑ نے نبی پاک ﷺ کو اور آپ نے مسلمانوں کو دی، جو کثرت مال اور قلت افراد کی وجہ سے ان کو بھلی لگی، کفار کے اپنی نے مکہ جا کر مدد، مدد کہ کر پکارا، پس قریشی بدر کی جانب روانہ ہوئے، ادھر آقا ﷺ وادی قران میں اترے، جبریلؑ آپ پر وحی لے کر اترے، اس بشارت کے ساتھ کہ ان دو لشکروں میں سے ایک نوید ہے، پس صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہوا جو کراہت محسوس کر رہے تھے لڑائی سے۔

اس کو نقل کر کے تجزیہ نہیں فرماتے، اس روایت کا مصدر بھی بیان نہیں فرمایا۔ لیکن یہ اسلوب ہر سورت میں نہیں پایا جاتا، بہت کم سورتوں کے شان نزول بیان فرمائے ہیں۔ الفاظ اور جملوں کی صرفی و نحوی ترکیب بیان کرنے میں اسلوب ایسا دلنشین ہے، **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** کی قرآنی حیثیت کے بیان میں **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** کے جزو اسم اللہ کی صرفی ترکیب میں عجیب نکتے بیان فرمائے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"وقال الشيخ معى الدين ابن العربى فى شرح اسماء الله تعالى الله الذى له القدرة والاختراع والخلق والامر الجامع الذات والصفات والافعال انتبهى وقيل الاصل فيه هاء الغيبة ثم زيد لام الملك للملكية ثم حرف التعريف تفخيما وقيل الهمزة لظهور الذات ظهور الاف بها لذلك استخلف عليها والهاء لا ضمها اشارة الى انه الظاهر والباطن واللام الولى لتعريفه بالظهور والثانية اشارة الى لطفه بالبطون بعد كمال الظهور والاشبه انه علم جامد للفرد الموجود من واجب الموجود وهو قول اكثر المحققين كالخليل وسيبويه والشافعى وابى حنيفة والحلي والخطابى وامام الحرمين والغزالي ---" ³⁹

شیخ مہاکئی جہاں ضروری سمجھتے ہیں، وہاں تاریخ بھی بیان فرمادیتے ہیں، تاہم اس کے مصادر کا مطلقاً ذکر نہیں کرتے، سورت یوسف جو ایک قصہ جسے قرآن نے احسن القصص سے تعبیر فرمایا ہے، قرآن کے اجمالی اسلوب کی وجہ سے جس کی حکمت خدا جانتا ہے، قاری کے ذہن میں بہت سے سوال چھوڑ جاتا ہے، انہوں نے کچھ نہ کچھ ان کے جوابات متعین کرنے کی کوشش کی

ہے۔ تعین عمر بنیامین کے ضمن میں لکھتے ہیں۔ "یا بٹی) صغره اصغر سنۃ اذکان ابن اثنتی عشر سنین۔۔۔" 40 حضرت یعقوب اپنے بیٹوں سے مخاطب ہوئے، سب سے چھوٹا بیٹا ابھی بارہ سال کی عمر کو پہنچا تھا۔ اسی طرح برادران یوسف کے اسماء بھی نقل فرمائے ہیں۔ "علی اخوتک) روہیل وشمعون و لاوی ویہوذا وربالون ویشجر ودان و نعتالی و جاد و اشیر و بنیامین اذ تزدہم حسدا علیک۔۔۔" 41 یعنی اپنے بھائیوں کو اس خواب پر مطلع نہ کرنا ورنہ ان کا حسد آپ کے بارے میں پہلے سے بھی بڑھ جائے گا، ان بھائیوں کے نام شیخ نے یہ گنوائے ہیں: 1- روحیل 2- شمعون 3- لاوی 4- یہوذا 5- بالون 6- شجر 7- ودان 8- نعتالی 9- جادوا 10- اشیر 11- بنیامین۔ حضرت یوسف کو قتل سے بچانے اور اس سے کم تکلیف دلوانے اور بنیامین کی مصر میں روک لئے جانے پر مصر رہ کر عمر وہیں بسر کرنے کا ارادہ کرنے والا بھی یہوذا تھا، جسے بعد میں یہوذا لکھا جانے لگا۔ 42

جس شخص نے جناب یوسف کو کنوئیں سے نکالا اس کا نام شیخ نے اس طرح بیان کیا ہے۔ "واردہم) وهو الذی یرد الماء لیستسقی وکان مالک بن ذعر الخزاعی۔۔۔" 43 ایک اہم بحث عزیز مصر کی تحقیق ہے، اس ضمن میں اسلوب یہ ہے: "وقال الذی اشتراه من مصر) وهو العزیز الذی کان علی خزائن ملک مصر الولید بن الریان واسمه قطفیرا او اطفیر۔۔۔" 44 جس آدمی نے حضرت یوسف کو خرید اوہ عزیز مصر تھا، جو ملک مصر کے خزانوں پر مامور تھا، جو ولید بن ریان تھا اور اس کا نام قطفیر یا اطفیر تھا۔ اب شیخ نے ان اقوال کی نسبت تک کسی مورخ کی جانب نہ کی، چہ کہ اس کا مصدر بیان کرتے۔ ان سب باتوں کے علاوہ اس تفسیر کا سورت کا اختتامی طرز ہے، جہاں شیخ مہائمی کا اسلوب اس طرز کا ہے، ہر سورت کے اختتام کا منظر یوں ہے۔ "تم والله الموفق واللهم والحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ اجمعین" 45 اس طرح شیخ آخر میں اللہ کی حمد، آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج کر ہر سورت ختم کرتے ہیں۔ شیخ کے اسلوب کا مختصر خاکہ ہے، یہ ایک نہایت مختصر تفسیر ہے، جس کا اسلوب جلالین سے کافی حد تک مماثل ہے۔ سورت کا تعارف، اس کے مضامین کا خلاصہ، **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** کا ہر سورت سے ربط، پھر ربط آیات کا حسین اسلوب، نیز حروف مقطعات کی تفسیر، تاریخ و تصوف، فلاسفہ لغویین و فقہاء کی آراء اور شواہخ کو ترجیح، ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود کا دفاع، اور آخر سورت میں اللہ جل شانہ کی حمد، اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سے ختم کرتے ہیں۔

خلاصہ بحث

- 1- شیخ علاء الدین علی بن احمد مہائمی (835ھ) ایک عظیم مفسر و صوفی تھے۔ آپ کی تفسیر تبصیر الرحمن و تیسیر المنان دو جلدوں میں مطبع بولاق مصر سے شائع ہوئی۔
- 2- تفسیر مہائمی کا شمار نظم قرآن سے بحث کرنے والی اجل تفاسیر میں ہوتا ہے۔
- 3- تفسیر کا اسلوب جداگانہ حیثیت کا حامل ہے، جو اپنے عصر میں مفرد ہے۔
- 4- قرآن مجید کی تفسیر کرتے وقت ہر سورت پر بیک وقت نگاہ رکھتے ہیں، وجہ تسمیہ سورت اور **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** کا ہر سورت سے ربط بیان کرنا ان کا امتیازی پہلو ہے۔
- 5- فقہ میں شافعی المشرب ہونے کے باوجود فقہاء سے استشہاد کرنے میں ادب و انصاف کو ملحوظ رکھتے ہیں۔
- 6- صوفیانہ ذوق کے پیش نظر احوال باطن کو ترجیح دیا کرتے ہیں۔
- 7- آیات میں ربط و مناسبت کا انداز نہایت لطیف طرز کا ہے۔

- 8- قرآنی قصص و واقعات کی ضروری تاریخ بھی بیان کرتے ہیں۔
9- صرفی و نحوی تراکیب مختصر انداز سے حل کرتے ہیں۔
10- یہ تفسیر نہ صرف علوم بلکہ ہندوستانی رجحانات کی علمبردار بھی ہے۔

References

- ¹ Molana Ali, Rehman, Tazkirah Ulamā-i-Hind (Nowel kishor press, I894), I.
² Syed Ibrahim Madni, Zameer-ul-Insān (Bumbai: Shahābī Press, I924), 10
³ Nawab Azez Yar Jang, Tarikh-un-Nawait (Haiderabad Dakan, I904), 354.
⁴ Shah Waliullah, Al-Khair-ul-kaseer (Karachi: Matba Saeed, n.d), I84, I86.
⁵ Imam-ul-Din Gulshan Abadi, Barakat-ul-Auwlia (Mumbai Press, nd), 36.
⁶ Gulshan Abadi, Barakat-ul-Auwlia 36.
⁷ Gulshan Abadi, Barakat-ul-Auwlia 36.
⁸ Shah Abduhaq Dehlvi Akhbar-u-Akhyār, 73.
⁹ Nuzahat-ul-khwatir, I05/3.
¹⁰ Molana Abuzafar Nadvi, „Gujrat ki ilmi wa tamdani tareekh muslmanon kay Ahd Main Azam Grah: Dār-ul-Musanifeen, nd)24.
¹¹ Molana Abdulhay Lakhnavi, Yade Ayām (Ali Garh college: Institute Gazett, I9I9), 60.
¹² Muhammad salim Qidwaei, Hindustani Mufasireen aur un ki Arabi tafseeren, (Maktaba Jamia dehli, I973), 23 to 34.
¹³ Dehlvi Akhbar-u-Akhyār, 73.
¹⁴ Muhammad Hassan Ghousi, tazkare Abrar, tarjma Gulzar, I4I.
¹⁵ Lakhnavi, Yade Ayām, 59.
¹⁶ Ahmed Ibn Ali al-Muhaimi, Tabseer-ur-Rehman wa taseer-ul-Mnan (Egyt: Matba-i-bolāq, nd)I:6.
¹⁷ Al-Muhaimi, Tabseer-ur-Rehman wa taseer-ul-Mnan, I: ,33.
¹⁸ Al-Muhaimi, Tabseer-ur-Rehman wa taseer-ul-Mnan, 4:2
¹⁹ Al-Muhaimi, Tabseer-ur-Rehman wa taseer-ul-Mnan I: I28, I29.
²⁰ Al-Muhaimi, Tabseer-ur-Rehman wa taseer-ul-Mnan, I: IO
²¹ Al-Muhaimi, Tabseer-ur-Rehman wa taseer-ul-Mnan, I:6.
²² Al-Muhaimi, Tafseer Muhaimi, I: I4.
²³ Al-Muhaimi, Tafseer Muhaimi, I: I3
²⁴ Al-Muhaimi, Tabseer-ur--Rehman, II.
²⁵ Al-Muhaimi, Tabseer-ur--Rehman 27.
²⁶ Al-Muhaimi, Tabseer-ur--Rehman 3I.
²⁷ Al-Muhaimi, Tabseer-ur--Rehman, I: 44 I
²⁸ Al-Muhaimi, Tafseer muhaimi, I: 36 I
²⁹ Al-Muhaimi, Tabseer-ur—Rehman, 256
³⁰ Al-Muhaimi, Tabseer-ur—Rehman: 377.
³¹ Al-Muhaimi, Tafseer Muhaimi, 378.

- ³² Al-Muhaimi, Tafseer Muhaimi, 37
³³ Al-Muhaimi, Tafseer Muhaimi, I:378
³⁴ Al-Muhaimi, Tafseer Muhaimi,383.
³⁵ Al-Muhaimi, Tafseer Muhaimi, 384
³⁶ Al-Muhaimi, Tafseer Muhaimi, I:386
³⁷ Al-Muhaimi, Tafseer Muhaimi, 387
³⁸ Al-Muhaimi, Tafseer Muhaimi, 279
³⁹ Al-Muhaimi, Tafseer Muhaimi, 16
⁴⁰ Al-Muhaimi, Tafseer Muhaimi, I,356
⁴¹Al-Muhaimi, Tafseer Muhaimi, I.356
⁴² Al-Muhaimi, Tafseer Muhaimi, I.356
⁴³ Al-Muhaimi, Tafseer Muhaimi I.356.360
⁴⁴ Al-Muhaimi, Tafseer Muhaimi 361
⁴⁵ Al-Muhaimi, Tafseer Muhaimi,9,101,138,177,207,245,277,249,319,377,356,376,386.